امر بالمعروف نیز منافقت کے خلاف جہاد

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰/اپریل ۱۹۸۴ء بمقام بیت الذکر اسلام آباد، پاکستان)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۵ (آل عمران: ۱۰۵)

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۱۱۱ (آل عمران: ۱۱۱)

اور پھر فرمایا:

قرآن کریم کی جن دو آیات کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے ان میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور اس دوسری آیت میں امت محمد مصطفی ﷺ کے بہترین ہونے کی دلیل ہی یہ قائم فرمائی اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وہ لوگوں کی بھلائی کے لئے، ان کی بہتری کے لئے، اُن کی خدمت کے لئے قائم کی گئی ہے اور اس خدمت کی بہترین مثال یہ بیان فرمائی تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ کہ اے امت محمدیہ! تم جو بہترین امت ہو اللہ کی نظر میں اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ تم اچھی باتوں کی نصیحت کرتے ہو

وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور بری باتوں سے روکتے چلے جاتے ہو۔ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اور اللہ پر سچا ایمان رکھتے ہو وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ کاش اہل کتاب بھی اگر ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر تھا مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ کچھ اُن میں مومن بھی ہیں لیکن اکثر ان میں سے فاسق ہیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کا قوموں کی زندگی سے بڑا گہرا تعلق ہے اور کوئی قوم بھی ان دو صفات کے بغیر لمبے عرصے تک زندہ نہیں رہ سکتی۔ بظاہر اس میں یہ تعلیم ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرو، دوسروں کو بری باتوں سے روکو اور اچھی باتوں کا حکم دو لیکن اس تعریف کے اندر، اس حکم کے اندر ایک مخفی حکم ہے جس کا اس جماعت کی ذات سے بھی تعلق ہے جو اچھی باتوں کا حکم دیتی ہے اور بری باتوں سے روکتی ہے اور قرآن کریم نے دوسری جگہ اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے پہلی قوموں کی ہلاکت کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ انہوں نے یہ کام چھوڑ دیئے تھے اور آنحضور ﷺ نے بھی مختلف تمثیلات کے رنگ میں اس بات کو واضح فرمایا کہ وہ قومیں جو نیک باتوں کا حکم دینے سے رک جایا کرتی ہیں اور بری باتوں سے روکنے سے رک جایا کرتی ہیں وہ بالآخر ہلاک ہو جایا کرتی ہیں۔

ایک کشتی کی مثال دے کر آپؐ نے واضح فرمایا کہ دیکھو اگر ایک ہی کشتی میں ایسے لوگ سوار ہوں جو نیک ہوں اور بچنا چاہتے ہوں اور ایسے لوگ بھی سوار ہوں جو بد ہوں اور جن کے مقدر میں ہلاکت لکھی ہو۔ اگر وہ ہلاک ہونے والے کشتی میں سوراخ کر دیں تو وہ لوگ جن کو بچنا چاہئے جو نیک ہیں وہ ان کو باز نہ رکھیں اور ان کو سمجھائیں نہیں تو جب کشتی ڈوبے گی تو پھر نیک اور بد میں فرق نہیں کرے گی۔

بہت ہی ایک عظیم الشان طرز بیان ہے حضور اکرم ﷺ کا جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر معاشرہ بد ہو رہا ہو اگر ماحول خراب ہو رہا ہو اور چند نیک لوگ یہ سمجھیں کہ ہمیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے لوگ تباہ ہوتے ہیں تو تباہ ہو جائیں، ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ جب قومیں تباہ ہوا کرتی ہیں تو اس وقت پھر نیک و بد کی تمیز نہیں رہا کرتی۔ بعض عذاب ایسے ہیں جیسا کہ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ جو نیک و بد میں تمیز نہیں کرتے، وہ قومی عذاب ہوتے ہیں اس لئے زندہ رہنے والی قوموں کے لئے ایک مجبوری ہے، اگر وہ زندہ رہنا چاہتی ہیں تو ان کا فرض ہے اپنی بقا کی خاطر وہ نیک کاموں کی نصیحتیں کرتی چلی جائیں اور برے کاموں سے روکتی چلی جائیں اور سارے معاشرے کی اصلاح کی ذمہ داری

ان چندلوگوں پر ہوتی ہے جن کو خدا تعالیٰ اس کام کے لئے چن لیا کرتا ہے۔
تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ میں دوسری بات قابل توجہ یہ ہے کہ اس میں کسی مذہبی عقیدہ کی تفریق کا کوئی ذکر نہیں ۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ لوگ کسی خاص عقیدہ کی تبلیغ کرتے ہیں اور بعض خاص عقیدوں سے روکتے ہیں بلکہ اصلاحِ معاشرہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، ان بدیوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو ہر مذہب کے نقطہ نگاہ میں، اِلّا ماشاء الله بعض بگڑے ہوئے مذاہب کے بعض تصور بگڑ جاتے ہیں لیکن بالعموم ہر مذہب کے نقطہ نگاہ میں وہ بدیاں کہلاتی ہیں، ان باتوں کا حکم دیتے ہیں جو اکثر مذاہب کی رو سے نیکیاں کہلاتی ہیں یعنی انسانی سطح کی نیکیاں اور انسانی سطح کی بدیاں ۔ حقوق العباد سے تعلق رکھنے والی نیکیاں اور حقوق العباد سے تعلق رکھنے والی بدیاں ۔ ان امور میں تمام قوموں کے مصالح مشترک ہوتے ہیں، ان کے مقاصد مشترک ہوتے ہیں ۔ ایک ہی وطن میں مختلف مذاہب کے ماننے والے بس رہے ہوتے ہیں لیکن یہ وہ قدر مشترک ہے جو ہر انسان کے درمیان پائی جاتی ہے اور مذہب کا اختلاف حائل نہیں ہوسکتا اس بات میں اس لئے نیک بات کی نصیحت کرنے کا جو ارشاد فرمایا ہے امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس پر کوئی اعتراض یہ نہیں اٹھ سکتا کہ تمہارے تو عقائد مختلف ہیں مثلاً ہندو ان کو یہ نہیں کہہ سکتے ،عیسائی ان کو یہ نہیں کہہ سکتے ، دنیا کے کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والا کوئی معقول انسان ان کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم ہمیں کیوں کہتے ہو کہ سچ بولو اور جھوٹ نہ بولو ۔ تم کیوں ہماری فکر کرتے ہو کہ ہم رشوت لیتے ہیں اور ہمیں رشوت سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہو؟ تم کیوں ہمارے پاس آتے ہو دردمند دلوں کے ساتھ کہ دنیا پر ظلم کرنا چھوڑ دو اور ہمیں ظلم سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہو؟ تمہارا مذہب اور ہے اور ہمارا مذہب اور ہے، تمہارا عقیدہ اور ہے اور ہمارا عقیدہ اور ہے ۔ کوئی معقول آدمی یہ نہیں کہہ سکتا۔

دنیا کے پردہ پر دہریہ بھی یہ نہیں کہہ سکتا کیونکہ دہریہ کے اندر بھی خدا تعالیٰ نے ایک اندرونی نظام (In built) نیکی اور بدی کی تمیز کا رکھ دیا ہے ۔ بعض باتیں ایسی ہیں جن کو دنیا کی ہر قوم بدی سمجھتی ہے، بعض باتیں ایسی ہیں جن کو دُنیا کی ہر قوم نیکی سمجھتی ہے اس لئے یہ وہ نصیحت ہے جس کا تعلق نہ مذہب کے اختلاف سے ہے نہ مذہب کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے درمیان یہ کوئی فرق کرتا ہے ۔ یہ نظام ایسا ہے جو عالمی نظام ہے نصیحت کا اور اس کی ضرورت بہت ہے ۔ اگر یہ نظام مٹ جائے تو جیسا کہ میں نے بیان کیا قرآن کریم مثالوں پر مثالیں دیتا پرانی قوموں کی ہے جو اس وجہ

سے ہلاک ہوگئیں کہ انہوں نے نیک باتیں کہنا چھوڑ دیا تھا اور بد باتوں سے روکنا چھوڑ دیا تھا۔

اس کا دوسرا اثر جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا تھا قوموں کے اندرونی حالات سے بھی ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں اس کا ایک ردعمل ان کی ذات پر ظاہر ہوتا ہے اور یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی انسان اللہ پر ایمان لانے والا ہو یہ شرط خدا نے ساتھ رکھ دی ہے اور جانتا ہو کہ خدا میرے ظاہر کو بھی دیکھ رہا ہے اور میرے باطن کو بھی دیکھ رہا ہے اور پھر ایسی نصیحتیں کرے کہ خود ان پر عمل نہ کرتا ہو اور نصیحت کرتے وقت اس کے چرکا نہ لگے، نصیحت کرتے وقت اس کا ضمیر اسے کاٹے نہ یہ ہو نہیں سکتا۔ ایک دہریہ کے لئے تو ممکن ہے لیکن خدا کو ماننے والا جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین رکھتا ہو اور جانتا ہو کہ وہ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ہے اس سے یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ نصیحت کرے اور اندرونی کمزوری کی طرف متوجہ نہ ہو اس لئے قوموں کی اندرونی اصلاح کے لئے اور اندرونی بقا کے لئے بھی بہت ضروری ہے، وہ لوگ جو نصیحتوں سے رک جایا کرتے ہیں ان کے رکنے میں بھی بسا اوقات یہ وجہ شامل ہوتی ہے کہ وہ بدیاں کرنا چاہتے ہیں، بعض معاشرتی برائیوں میں مبتلا ہونا چاہتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اگر ہم نے روکا لوگوں کو تو اچانک ہم ان کے سامنے آجائیں گے اور پھر ان برائیوں میں خود ملوث نہیں ہوسکیں گے۔ بیرونی ملکوں میں مَیں نے مشاہدہ کیا کہ بعض احمدی اس لئے نظام جماعت سے الگ ہو کر خاموش ہوئے کہ وہ بعض بدیاں کرنی چاہتے تھے اور اس لئے وہ غیروں کو نصیحت نہیں کرتے تھے کہ جانتے تھے کہ ہمارے اندر یہ کمزوریاں ہیں بلکہ بالارادہ کرنا چاہتے تو چونکہ بدی کے آخری مقام پر نہیں تھے پہلا قدم اٹھ رہا تھا اس لئے منافقت کرنے کی ان میں جرأت نہیں تھی یعنی اس میں ایک نیکی بھی شامل تھی، یہ قدم اٹھانا چاہتے تھے لیکن بیک وقت اپنے نفس کے چرکوں سے بچنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے یہ طریق اختیار کیا کہ خاموش ہو گئے اور بہت سی جگہ آپ یہ مشاہدہ کریں گے کہ ایسا واقعہ ہوتا چلا جا رہا ہے ہماری سوسائٹیوں میں اور جو نیک نصیحت کرتا ہے اگر اس کے اندر کمزوریاں ہیں بھی تو وہ رفتہ رفتہ دور ہونے لگتی ہیں کیونکہ نیک نصیحت کے نتیجہ میں ایک اندرونی نظام دل کی طرف سے حملوں کا نظام شروع ہو جاتا ہے اور امر واقعہ یہ ہے کہ بیرونی نصیحت سے بہت زیادہ یہ اندرونی نصیحت کا نظام کارگر ہوا کرتا ہے اور یہ جدوجہد ضمیر کو زندہ رکھتی ہے۔ جن قوموں کا ضمیر نہ مرے ان کے متعلق زندگی کی ضمانت دی جاسکتی ہے، جن کا ضمیر مر جائے ان کے لئے زندگی کی کوئی ضمانت نہیں۔

تو نصیحت کا نظام باوجود اس کے کہ کمزوریاں ہوں یہ زندگی کی ضمانت ہے اور منافقت کو دور کرنے کے لئے ایک عظیم الشان نظام ہے لیکن بعض اوقات بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم چونکہ کمزور ہیں، ہم بدیوں میں ملوث ہیں اسلئے ہمیں نصیحت نہیں کرنی چاہئے اور بہت سے لوگوں کو یہ دیکھا گیا ہے کہ بعض بیعت کرنے میں اس لئے کتراتے ہیں وہ کہتے ہیں ہمیں سمجھ تو آ گئی ہے لیکن ہم بڑے کمزور ہیں اور اپنی کمزوریوں پر نگاہ کر کے اس عہد بیعت کو نباہ نہیں سکتے۔ اور ہمارا ضمیر ہمیں شرمندہ کرے گا اور بعض لوگ تبلیغ سے اس لئے باز رہتے ہیں کہ ہمارے اندر اپنی کمزوریاں ہیں ہم کس منہ سے دوسروں کو بلائیں۔ چنانچہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بہت بعد بیعت کی تھی جبکہ زندگی میں ایمان لے آئے تھے اور اپنے بیٹے حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کو آپ نے خود نصیحت کی کہ بیعت کرلو اور ایمان لانے کے باوجود بیعت نہیں کرتے تھے جب پوچھا گیا، بعض دوستوں نے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ میرا باپ سچا ہے میں تو اس گھر کا پلا ہوا ہوں لیکن میرے اندر کمزوریاں ہیں، میرا نفس مجھے شرمندہ کرتا ہے کہ تم اس قابل نہیں کہ اس عظیم باپ کی بیعت کرسکو۔ یہ بھی ایک خیال ہو جاتا ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ یہ منافقت نہیں ہے۔ منافقت ایک اور چیز کا نام ہے، میں اس کی وضاحت ابھی کروں گا۔

ہر انسان کچھ کمزوریاں اپنے اندر رکھتا ہے اور کوئی انسان بھی کامل نہیں سوائے انبیاء علیہم السلام کے جن کو معصومیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کو نمونہ بنانا ہوتا ہے اور ان معصوم انبیاءؑ میں سب سے زیادہ معصوم حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ تھے کیونکہ وہ جملہ نبیوں کے لئے بھی ایک ماڈل (Model) تھے۔ یہ تو ایک خاص قسم کے مقدس اور برگزیدہ طبقہ کا حال ہے کہ وہ معصوم ہیں لیکن یہ خدا کے خاص فضل کے نتیجے میں اپنی طاقت کی بنا پر نہیں۔ باقی انسان کسی بھی مقام پر کھڑا ہو وہ معصوم عن الخطاء قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پس اگر اسے منافقت سمجھا جائے کہ ایک انسان کمزور ہو کچھ کمزوریاں اپنے اندر رکھتا ہو اور اس کے باوجود لوگوں کو نصیحت کرے تو پھر تو یہ آیت کریمہ سوائے انبیاء علیہم السلام کے کسی کے اوپر بھی صادق نہیں آئے گی۔ یہ صرف نبی ہی ہیں جو جرأت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہم منافق نہیں ہیں۔ ہمارا ظاہر و باطن سو فیصدی ایک ہے اور ہمیں خدا نے مامور فرمایا ہے اس لئے ہم لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں اور اکیلا نبی اگر یہ کام شروع

کرتے تو دنیا کی یہ کایا پلٹ ہی نہیں سکتی ، بڑی بڑی قوموں کو مخاطب کرنا ہوتا ہے، بڑے بڑے معاند لوگوں کو اس نے مخاطب کرنا ہوتا ہے جو نصیحت کے بدلہ میں نہایت سنگین سزائیں تجویز کر رہے ہوتے ہیں کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اکیلا میدان میں چھوڑ دے اور ان کے ساتھیوں پر یہ فریضہ عائد نہ کرے اس لئے تاریخ انبیاء بتاتی ہے کہ ایمان لانے والے تمام جان اور تمام طاقت کے ساتھ اور تمام خلوص کے ساتھ انبیاء کی مدد کے لئے حاضر ہو جایا کرتے ہیں، سب کچھ پیش کر دیتے ہیں ۔ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰہِ کی آواز اٹھتی ہے اور مقابل پر آواز اٹھتی ہے نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ۔

تو پھر نصیحت کے ساتھ کیا منافقت کا بھی تعلق ہے؟ یہ سوال اٹھتا ہے۔ تو آنحضرت ﷺ جو دراصل حقیقی عارف باللہ تھے اور تمام عرفان کا چشمہ آپؐ سے پھوٹتا تھا، آپؐ نے منافق کی جو تعریف فرمائی اس میں اس فرق کو ظاہر فرما دیا۔ منافق وہ نہیں ہے جس کے اندر کمزوریاں ہیں، ان کمزوریوں پر شرمندہ ہے، خدا کے حضور گریہ وزاری کرتا ہے، اس سے معافیاں مانگتا ہے، کوشش کرتا ہے کہ یہ کمزوریاں دور ہو جائیں، اتنے سچے دل سے اپنی کمزوریاں سمجھتا ہے کہ غیروں میں بھی ان کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ منافق نہیں ہے۔ منافق وہ ہے جس کے اندر بالا رادہ دھوکہ پایا جائے اور منافقت اور ارادہ کا ایک ایسا ساتھ ہے کہ آنحضور ﷺ نے اس حقیقت کو خوب کھول کر واضح فرما دیا۔ آپؐ نے چار علامتیں منافقت کی بیان فرمائیں اور ان چاروں میں ارادہ پایا جاتا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں:

اَرْبَعٌ مَّنْ کُنَّ فِیْہِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِنْھُنَّ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَھَا اِذَا اُؤْتُمِنَ خَانَ وَ اِذَا حَدَّثَ کَذِبَ وَ اِذَا عَاھَدَ غَدَرَ وَاِذَاخَاصَمَ فَجَر.

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب علامۃ النفاق)

کہ چار صفات ایسی ہیں کہ اگر وہ کسی شخص میں پائی جائیں یعنی چاروں بیک وقت پائی جائیں تو وہ خالص منافق ہے اس کے اندر نفاق ہی نفاق ہے، یعنی نفاق میں اخلاص رکھتا ہے اور ایمان کا کچھ بھی اس میں باقی نہیں رہتا۔ ان میں سے پہلی یہ ہے کہ جب وہ اِذَا اُؤْتُمِنَ خَانَ جب اس کے سپرد امانت کی جاتی ہے تو وہ امانت میں خیانت کرتا ہے اور امانت سے یہ مراد نہیں ہے کہ چند روپے رکھوا دیئے جائیں، کوئی سامان رکھوا دیا جائے اور اس میں کوئی خیانت کر جائے۔ امانت ایک

مذہبی اصطلاح ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے اور امانت سے اول مراد شریعت محمد مصطفی ﷺ ہے قرآن کی اصطلاح میں ۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ط

(الاحزاب: ۷۳)

کہ دیکھو ہم نے جب امانت سپرد کرنا چاہی آسمانوں نے بھی انکار کر دیا اور پہاڑوں نے بھی اور زمین نے بھی انکار کر دیا اور خوف زدہ ہو گئے یہ سارے تب وہ انسان کامل سامنے آیا جس کا نام محمد مصطفی ﷺ ہے۔ تو امانت تو ایک بہت وسیع مضمون ہے اور پہلی منافقت کی نشانی یہ ہے کہ قومی امانتیں جب سپرد ہوں تو ان میں کوئی خیانت کرے اور اس ملک میں بہت سے ایسے واقعات ہیں کہ قومی امانتیں ہیں مختلف سطح کی اور نصیحت کا فرض ہے جماعت احمدیہ کا۔ اگر وہ ایمان لانے والوں میں شامل ہے تو ان کا فرض ہے کہ وہ نصیحت کریں اور خود قومی امانت میں کبھی خیانت نہ کریں۔ جب کسی کے سپرد کوئی کام کیا جاتا ہے وہ کسی شعبے سے تعلق رکھنے والا کام ہو، پولیس کا افسر ہو یا واپڈا میں ملازم ہو یا کسی اور جگہ حکومت کے کارندے کے طور پر کام کر رہا ہو یا کمپنیوں میں پرائیویٹ ملازم ہو تو اس حد تک وہ اس کی امانت کا دائرہ بن جاتا ہے جس حد تک وہ کام اس کے سپرد ہے اور اس حد تک وہ امانت بنتی ہے جس حد تک شریعت محمد مصطفی ﷺ اس سے اس بارہ میں کچھ توقع رکھ رہی ہے۔ ہر دائرہ کی توقعات الگ الگ ہوں گی لیکن کوئی بھی دائرہ ایسا نہیں ہوگا جہاں آنحضرت ﷺ کی وسیع امانت کچھ نہ کچھ دخل نہ رکھتی ہو۔ بعض معاملات میں وہ امانت آپ سے تقاضا کرے گی کہ اگر تم محمد مصطفی ﷺ کے امین ہو جو خدا تعالیٰ کے امین تھے اور تم اس واسطہ سے خدا کے امین بن جاتے ہو تو ان دائروں میں اپنی امانتوں کی حفاظت کرو۔ شریعت جو تم سے تقاضے کرتی ہے ان کو پورا کرو۔

تو جس شخص میں اس حد تک خیانت پیدا ہو جائے جو اس کے دائرہ سے تعلق رکھتی ہے خواہ روپیہ پیسہ رکھوایا گیا ہو یا نہ رکھوایا گیا ہو، سامان سپرد کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو، خواہ ایک استاد کے سپرد بچے کئے گئے ہوں وہ بھی پوچھا جائے گا خدا کے حضور کہ تم نے اس امانت کا حق کیوں ادا نہیں کیا اور اگر وہ نہیں کرے گا تو آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس حد تک وہ منافق بن جائے گا۔ منافقت کا ایک داغ اس کے دل پر لگ جائے گا اور دل کا چوتھا حصہ اسکا غائب ہو گیا، اس بدسایہ کے نیچے آ گیا۔

اس ملک میں تو بدقسمتی سے ایسے بہت واقعات ہیں اور بکثرت جماعت کو نصیحت کرنی چاہئے اور اس نصیحت کے نتیجہ میں جماعت کے اپنے اخلاق کی حفاظت ہوگی کیونکہ جب وہ نصیحت کریں گے تو اپنے دل پر غور کریں گے اور شرمندہ ہوں گے اگر ان کے اندر کمزوریاں پائی جاتی ہیں، ان کو دور کرنے کی کوشش کریں گے اور اگر وہ نہ کریں گے تو نصیحت کرنے والے کو دوسروں کے طعنے مجبور کر دیا کرتے ہیں ٹھیک ہونے پر کیونکہ ایک اور فائدہ اسکو یہ ہے اندرونی نظام بھی اٹھ کھڑا ہوا ہے اور بیدار ہو گیا ہے اور جن کو نصیحت کی جاتی ہے وہ ادنیٰ سا بھی داغ دیکھیں تو مقابل پر طعنہ دیتے ہیں اور وہ چرکا بعض دفعہ ایسا کام کر جاتا ہے کہ ضمیر کا چرکا جہاں نا کام ہو گیا ہے وہاں مخالف کا چرکا کام کر دیتا ہے۔

تو کتنا عظیم الشان حفاظت کا نظام ہے جو قرآن اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے پیش کیا ہے جس سے قومی کردار کی حفاظت ہوتی ہے۔ یہاں تو یہ حال ہے کہ بعض جگہ، میں ایک دورے پر گیا تھا تو وہاں پتا لگا کہ ایسے سکول ہیں جہاں استاد سارا مہینہ آتا ہی نہیں اور مہینے کے آخر پر تنخواہ لینے کے لئے رجسٹر پر دستخط کرنے کے لئے آتا ہے اور مانیٹر بنائے ہوئے ہیں بعض جو آگے بچوں کو پڑھاتے ہیں یا نہیں پڑھاتے اللہ بہتر جانتا ہے اور اس کثرت سے یہ واقعات ہو رہے ہیں کہ سارا معاشرہ دکھا ہوا ہے اس سے۔ وہ بچے قوم کے کتنی عظیم الشان امانت ہیں ان اساتذہ کے پاس جنہوں نے مستقبل بنانا ہے قوم کا۔ تو بظاہر ایک چھوٹا سا سکول ماسٹر ہے جو بعض لوگوں کی نظر میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جب اس کے سپرد قوم کے بچے ہو گئے تو اسی نسبت سے اس استاد کو عظمت نصیب ہوتی ہے۔ اگر وہ امانت کا حق ادا کرے تو اسی نسبت سے خدا کی نظر میں وہ عظمت پاتا ہے اور اگر امانت کا حق ادا نہ کرے تو خدا کی نظروں میں بھی ذلیل ہوگا اور قوم کی نظر میں بھی مجرم ہوگا اور ایک قومی خودکشی کے مترادف ہوگی یہ بات کہ ایسے لوگوں کو سمجھایا نہ جائے اور روکا نہ جائے نیک نصیحت کے ذریعہ۔

پس جماعت احمدیہ میں منافقت کی کوئی بھی خصلت نہیں ہونی چاہئے۔ بہت بڑا کام ہے ساری دنیا کی اصلاح کرنے کا کوئی معمولی کام تو نہیں ہے۔ اگر ہم منافقت کا شکار ہو جائیں گے تو پھر باقی کیا رہے گا؟ یہ تو ویسی ہی بات ہوگی جیسے ایک دفعہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جا رہے تھے، بارش ہو رہی تھی، کیچڑ تھا تو آپ نے دیکھا کہ ایک بچہ بڑی تیزی سے دوڑ رہا ہے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اسکو کہا بیٹے! ذرا آہستہ پھسل نہ جانا۔ وہ بڑا ذہین بچہ تھا فوراً مڑا اور اس نے کہا امام

صاحب! میں پھسلوں گا تو ایک بچہ پھسلے گا آپ نہ پھسل جانا کیونکہ اگر آپ پھسلیں گے تو قوم پھسل جائے گی۔ کتنا عظیم الشان جواب دیا اس نے!

پس وہ جماعت جو امین مقرر کی گئی ہو ساری دنیا کی اس کو اپنی امانتوں کی حفاظت کا خیال نہ رہے تو وہ کیا رہے گی باقی! کس طرح دنیا کی اصلاح کر سکے گی! اس لئے ان امانتوں کی حفاظت سب سے زیادہ اہم اور اول فرض جماعت احمدیہ کا ہے۔ کوئی ایک بھی علامت منافقت کی آپ کے اندر نہیں رہنی چاہئے اگر خدانخواستہ ہے تو اس کو دور کریں۔ اور جب آپ نصیحت شروع کر دیں تو کمزوریاں دور ہونی شروع ہو جائیں گی اور بالا رادہ منافقت کا تو میں خیال بھی نہیں کر سکتا کہ کوئی احمدی اس کا مرتکب ہو سکے۔

منافقت کی جیسا کہ میں نے کہا تھا دو قسمیں نظر آتی ہیں۔ ایک ہے مجبوری کی کمزوریاں جن سے انسان شرمندہ ہو اور نفس اس کا اسکو ذلیل کرتا رہے اور خدا کے حضور روئے اور گریہ وزاری کرے دور کرنے کی کوشش کرے اور مجبور سمجھے اس بات پر اپنے آپ کو کہ میں نے دنیا کو نصیحت کرنی ہی کرنی ہے۔ ایسے شخص کو اسلامی اصطلاح میں منافق نہیں کہا جاتا لیکن جب بالا رادہ کام کرتا ہے اور امانت میں خیانت کرتا ہے تو پھر وہ لازماً منافق بن جاتا ہے۔

دوسری علامت آنحضور ﷺ نے یہ بیان فرمائی جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور یہ اتنی بیماری بن گئی ہے خصوصاً پسماندہ اقوام میں اس میں کوئی ایک ملک خاص نہیں ہے عموماً پسماندہ اقوام میں جھوٹ بہت کثرت سے بولا جاتا ہے اور جو بڑی قومیں ہیں ان میں انفرادی سطح پر جھوٹ بہت کم ملتا ہے۔ وہ اس کمی کو پورا کر لیتی ہیں قومی فتنوں کے وقت جھوٹ بول کر، قومی مصالح کے وقت جھوٹ سے کام لے کر اور جھوٹے پروپیگنڈے کر کے وہ اپنی طرف سے تو پیاس بجھا لیتی ہیں اس کی لیکن جہاں تک انفرادی سطح کا تعلق ہے وہ بہت بہتر ہیں ان قوموں سے جنہیں ہم پسماندہ قومیں کہتے ہیں یا ترقی پذیر قومیں کہتے ہیں اور اس لحاظ سے بھی جماعت احمدیہ پر عظیم ذمہ داری ہے۔ جھوٹ کو تو زہر قاتل سمجھنا چاہئے۔ منافقت کا سب سے بڑا زہر جھوٹ ہے۔ ایک انسان بات کرے اور جھوٹ بول رہا ہو کیونکہ جھوٹ کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی حقانیت کا انکار۔ جھوٹ بولنے والی قومیں دنیا میں کسی شعبے میں بھی ترقی نہیں کیا کرتیں۔ آپ کی آنکھ جو دیکھ رہی ہے اگر وہی ہو تو یہ سچ ہے اور اگر آپ کو غلط نظر آ رہا ہو تو یہ بیماری ہے لیکن آپ دیکھ کچھ اور رہے ہوں اور بیان کچھ اَور کر رہے ہوں یہ جھوٹ ہے۔ تو جو جھوٹی قومیں ہوتی ہیں ان کو پھر آنکھوں کی بیماریاں بھی لاحق ہو جایا کرتی ہیں، ان کا

Vision بگڑ جاتا ہے، ان کو نظر بھی کچھ اور آنے لگ جایا کرتا ہے اور ایسے بھی واقعات ہوتے ہیں کہ جھوٹ بولنے والا پھر اپنے ہی جھوٹ کا شکار خود ہو جاتا ہے جھوٹ بول بول کر اس جھوٹ پر ایمان لے آتا ہے اور ایک لمبے عرصہ کے بعد سمجھنے لگتا ہے کہ یہ واقعہ ہے۔

تو نہایت ہی خطرناک اور مہلک بیماری ہے جھوٹ جو آنحضرت ﷺ کے نزدیک ایک منافقت کا نشان ہے اور جھوٹ اگر قوموں سے دور ہو جائے تو بہت عظیم الشان فوائد ملتے ہیں مثلاً Scienctist جھوٹ کے ساتھ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتا۔ سائنسدان کی ترقی مبنی ہے اس بات پر کہ وہ خوش فہمیوں کے پیچھے نہ چلے، اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرے بلکہ جو نظر آ رہا ہے خواہ اس کی خواہشات کے بالکل مخالف ہوا سے تسلیم کر لے، دل چاہتا ہے، ایک خیال آتا ہے، ایک تھیوری (Theory) ایک نظریہ Develop ہوتا ہے اس کے دماغ میں اور وہ محسوس کرتا ہے کہ مجھے تلاش کرنا چاہئے شواہد میں کہ واقعۃً یہ بات درست بھی ہے یا نہیں۔ اگر وہ شواہد کو اپنی خواہشات کے مطابق چلانے کی کوشش کرے گا تو یہ جھوٹ ہے اور کچھ بھی اس کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ اگر واقعات جدھر اس کو لے جا رہے ہیں ان کے پیچھے چلنے لگے تو یہ سچ ہے اور تمام سائنسی ترقی کی بنیاد سچائی پر ہے۔ جہاں جھوٹ داخل ہو وہاں توہمات اور جادوگری اور فتنے اور احمقانہ باتیں داخل ہو جاتی ہیں اور سائنس کی دنیا سے انسان الگ ہو جاتا ہے۔ تو سائنس کی دنیا سچائی کی دنیا ہے اور سائنس کہتے ہیں خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت کو جو نظام کائنات کی صورت میں ہمیں ملتی ہے اس کا مطالعہ، اور روحانیت اور مذہب کہتے ہیں خدا تعالیٰ کی قولی شہادت اور نظریات کا نظام اور اخلاقیات کا نظام اور جو ہمیں اسکی کتابوں میں ملتا ہے۔

تو جو لوگ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت کو جھٹلانے والے نہیں بنتے ان کو زیادہ توفیق ملتی ہے، مل سکتی ہے کہ وہ اس کی قولی شہادت کو بھی نہ جھٹلائیں اور جو لوگ عادی ہو جائیں جھوٹ کے عام دنیا کی باتوں میں ان کے اوپر خدا تعالیٰ کی کتاب کا رنگ چڑھ ہی نہیں سکتا۔ ہر کپڑے پر ہر رنگ تو نہیں چڑھا کرتا۔ پہلے ایک بنیادی صفائی ہوا کرتی ہے اس میں سے گزارے بغیر کوئی رنگ نہیں چڑھایا جا سکتا تو جھوٹے لوگوں پر شریعت کا رنگ نہیں چڑھ سکتا کیونکہ شریعت نام ہے سچائی کا اور کچھ بھی وہ نہیں پا سکتے، نہ معرفت اور نہ اس دنیا کے فوائد نہ آخرت کے فوائد۔ جھوٹا کلیۃً محروم رہ جاتا ہے۔ ہر شعبۂ زندگی میں وہ ناکام ہوتا ہے اور بظاہر وہ فوائد حاصل کر رہا ہوتا ہے تھوڑے ادنیٰ فوائد عارضی

لیکن حقیقت یہ ہے کہ قومی طور پر اگر کسی نے خودکشی کرنی ہو تو اس سے بہتر کوئی علاج نہیں اس کا کہ وہ جھوٹ اختیار کرلے۔ تمام بدیوں کی جڑ جھوٹ ہے اور لطیفے کے طور پر بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہئے، ماؤں کو بچوں کے سامنے جھوٹ نہیں بولنا چاہئے، جھوٹے بہلاوے نہیں دینے چاہئیں، جھوٹی کہانیاں نہیں سنانی چاہئیں۔ ماؤں کی گودوں میں سچ اور جھوٹ کے فیصلے اکثر ہو جایا کرتے ہیں۔ جب مائیں کہتی ہیں دل بہلاوے کے طور پر کہ تم چپ کر جاؤ ہم تمہیں ابھی مٹھائی لا کر دیں گی اور جانتی ہیں کہ ہم جھوٹ بول رہی ہیں تو بچے کے دل میں جھوٹ اس طرح جاگزیں ہو جاتا ہے کہ جب بڑے ہو کر انکو نصیحت کرتیں ہیں وہی مائیں کہ جھوٹ نہ بولو تو ان کا دل کہتا ہے کہ یہ اوپر کی باتیں ہیں اندر کی باتیں وہی ہیں جو ماں کیا کرتی تھی اور اوپر کی باتیں وہ ہیں جو کہتی ہے اور جھوٹے بچے، جھوٹی نسل پیدا ہو جاتی ہے۔ تو بہت اہم فرض ہے جماعت احمدیہ کا کہ جھوٹ کے خلاف ایک جہاد کریں اور اپنی سوسائٹی میں جہاد کریں، لوگوں کو بھی روکیں جھوٹ سے اس کے نتیجہ میں عظیم الشان روحانی فوائد حاصل ہوں گے اور دنیاوی ترقیات بھی اس قوم کو عطا ہوں گی۔

تیسری علامت منافق کی یہ بیان فرمائی کہ جب معاہدہ کرے تو غداری کرے، جب عہد کرے تو غداری کر جائے اور عہد سے پھر جائے اور یہ ایک ایسی بدی ہے جس کے نتیجہ میں امر واقعہ یہ ہے کہ تمام وہ نظام جو اعتبار پر چلتے ہیں وہ ختم ہو جاتے ہیں اور ہماری پسماندہ اقوام یا ترقی پذیر اقوام کی تجارتوں میں ناکامی کا ایک بنیادی سبب یہ ہے کہ وہ معاہدہ پر پوری نہیں رہتیں۔ معاہدہ ہوتا ہے کسی سے کہ اس معیار کی چیز اس Dimention کی، اس شکل کی ہم تمہیں دیں گے اور جب وہ چیز پہنچتی ہے تو اور معیار کی اور شکل کی اور کیفیت کی چیز ہوتی ہے۔ اور بڑا گہرا نقصان پہنچایا ہے اس بدعہدی نے ہماری معاشیات اور اقتصادیات کو جبکہ بعض دہریہ قومیں بعض مشرک قومیں اس راز کو سمجھ گئیں اور انہوں نے معاہدہ کی پابندی کر کے بہت عظیم الشان فوائد اٹھائے ہیں۔ جو کہتے ہیں وہ چیز اندر سے نکلتی ہے۔ تو معاہدہ کی خلاف ورزی میں جھوٹ بھی پایا جاتا ہے اور جھوٹ کے علاوہ کچھ ذاتی فوائد ایسے ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں انسان بات سے پھرتا ہے۔ بظاہر تو جھوٹ ہی کی ایک قسم ہے لیکن جھوٹ سے کچھ زائد عملی شکل اس میں پائی جاتی ہے، اس کو بدعہدی کہتے ہیں اور بدعہدی بعض دفعہ شروع ہی سے نیت میں داخل ہوتی ہے بعض دفعہ مشکل حالات انسان کو بدعہدی پر مجبور کر دیتے ہیں لیکن آنحضرت ﷺ کا اسوہ یہ تھا کہ کبھی کسی عہد کو آپ ؐ نے نہیں توڑا۔ سخت ترین آزمائش کے وقت

بھی آپؐ نے کبھی کسی عہد کو نہیں توڑا۔ساری زندگی ہمیشہ دشمن اپنے عہد توڑتے رہے لیکن حضرت محمد مصطفی ﷺ نے عہدوں کی حفاظت فرمائی ہے اور اسی کی تلقین فرمائی۔

پس جماعت احمدیہ کو بھی اس بات کو مضبوطی سے پکڑ لینا چاہئے خواہ وہ تاجر ہوں یا Industrialist یعنی کارخانے دار ہوں، خواہ وہ ملازم ہوں، اب ملازمت میں بھی ایک معاہدہ ہوتا ہے اور بظاہر انسان کو یہ محسوس بھی نہیں ہوتا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں لیکن معاہدہ شکنی جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے جھوٹ ہی کی ایک قسم ہے۔معاہدہ ہوتا ہے اور بعض دفعہ تحریری بعض دفعہ غیر تحریری، توقع کی جاتی ہے بعض ملازموں سے کہ جب ہم تمہیں اتنی تنخواہ دیں گے تو تم یہ کام کرو گے۔جب آپ ڈیسک سے اٹھ کر چلے جائیں گے اور وہ کام نہیں کریں گے بہت سا وقت گپوں میں لگا دیں گے تو جھوٹ تو نہیں آپ بول رہے لیکن بدعہدی ضرور کر رہے ہیں اور عملی جھوٹ کی ایک قسم ہے بدعہدی اس لئے آنحضور ﷺ نے اسکو جھوٹ سے الگ بیان فرمایا ہے کیونکہ اس کا دائرہ بعض دفعہ مختلف ہو جاتا ہے۔

پھر ایک اور آنحضور ﷺ نے وضاحت فرمائی منافق کی کہ جب مباحثہ کرے جب اختلافی امور پر گفتگو کرے تو گالیاں اور فحش کلامی شروع کر دے۔فرمایا مومن کی شان کے یہ خلاف ہے۔اور اب دیکھیں کہ نصیحت کرنے والوں کے لئے کتنا ضروری ہے یہ۔ایک ایسی جماعت جو نصیحت پر مامور ہو اگر کوئی اس کو آگے سے اس سے بدسلوکی سے پیش آئے اسکی بات نہ مانے یا سختی کرے اور ایسی جماعت جو نکلی ہے دنیا کو نصیحت کرنے کے لئے اور ان کی اصلاح کے لئے وہ مقابل پر یہ فحش کلامی شروع کر دے تو اس کا تو سارا اثر باطل ہو جائے گا اس لئے جماعت احمدیہ میں خواہ کتنی ہی بدکلامی ان کے مخالف کی جائے جواب میں بدکلامی نہیں ہونی چاہئے۔اگر چہ بعض مواقع پر قرآن کریم اجازت دیتا ہے اسکی اور اصلاح کی خاطر اور بعض حقائق کو دلوں میں اتارنے کے لئے لیکن اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جو مامور ہوں وہ خاص مصالح کے پیش نظر سختی کرتے ہیں۔جیسا کہ ایک مجلس میں سوال کیا گیا تھا کہ قرآن کریم میں جو آتا ہے عُتُلٍّۭ بَعۡدَ ذٰلِكَ زَنِيۡمٍ ﴿۱۴﴾ (القلم:۱۴) کہ وہ جھوٹا بدکردار بلکہ حرام زادہ ہے جو مخالف ہے۔اتنے شدید اور اتنے سخت الفاظ قرآن کریم میں اور دوسری طرف قرآن کریم فرماتا ہے کہ گالی نہ دو۔تو یہ مراد ہرگز نہیں کہ مسلمانوں کو قرآن کریم اجازت دے رہا ہے کہ تم اس قسم کے سخت لفظ لوگوں کے لئے استعمال کیا کرو۔مامور من اللہ کو اللہ کہہ

رہا ہے کہ تیرے مخالفوں کی یہ حالت ہے اور بعض دفعہ بیماری کی طرف متوجہ کرنے کے لئے بتانا پڑتا ہے لیکن وہ جس کا کام ہے جس کو مامور کیا گیا ہے وہ بیماریوں کی حالت کھول کر بیان کرتا ہے اور اس کے اپنے اسوہ پر اس کا کوئی بھی اثر نہیں پڑتا، روزمرہ کی زندگی میں وہ اسی طرح حوصلہ والا اور برداشت والا ہوتا ہے۔ لوگ اس کو گالیاں دیئے جاتے ہیں اور وہ حوصلے سے برداشت کرتا ہے اور لوگوں کو بھی اس کے مقابل پر سختی نہیں کرنے دیتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق آتا ہے کہ ایک مجلس میں آپؑ تشریف فرما تھے۔ غالباً یو۔ پی سے ایک آدمی آیا اور اس نے نہایت بدکلامی کی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب جواب دیا تو اس نے کہا میں جانتا ہوں ایسے دھوکے بازوں اور دجالوں کو، مجھ سے تم کیا بات کرتے ہو۔ صحابہؓ کو طیش آیا مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روک دیا، بالکل کچھ نہیں کہنا۔ جب وہ بات ختم کر لیتا تھا تو حضورؑ اس کا جواب دینا شروع کر دیتے تھے یہاں تک کہ آخر پر اس نے کہا کہ میں نے ساری زندگی میں ایسا حوصلے والا انسان کبھی نہیں دیکھا۔ (سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از یعقوب علی عرفانی صاحبؓ جلد سوم صفحہ: ۴۵۱)

تو خدا تعالیٰ کے ماموروں کو جب اللہ تعالیٰ ایک دوا کے طور پر ایک بیماری کے تجزیئے کے طور پر بعض حقائق بتاتا ہے تو اسے گالی نہیں کہا جاتا لیکن ان باتوں کو پکڑ کر آگے لوگوں میں اس طرح کہنا یہ منع ہے اور اس کی قرآن کریم اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ان آیات کے باوجود ہرگز ثابت نہیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے یا آپؐ کے صحابہؓ نے گلیوں میں لوگوں کو یہ کہنا شروع کر دیا ہو عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ نہایت نرمی، محبت اور پیار سے گفتگو فرماتے تھے اور یہ چیز اور مقصد کی خاطر ہے اور خدا تعالیٰ کے خاص ایماء پر بیان کی گئی ہے۔ تو جماعت احمدیہ کو ہرگز گالی نہیں دینی۔ جتنی مرضی دشمن آپ کو گالیاں دے، جتنا مرضی فحش کلامی سے کام لے آپ نے صبر اور حوصلے سے کام لینا ہے اگر نہیں لیں گے تو آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ منافق ہو جاؤ گے۔ عجیب علامت منافق کی بتائی ہے جس کا عام دنیا کی عقل سے تعلق نہیں ہے ایک غیر معمولی عارف باللہ ہی یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ منافقت ہے۔ اب غور کریں کہ یہ منافقت کیوں ہے؟ منافقت اس لئے ہے کہ مومن کی فطرت ایسی ہے جو ہر ایک سے محبت کرتی ہے پیار کرتی ہے، اور خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم بنی

نوع انسان کے لئے رحمت ہو جاؤ اور جو شخص رحمت ہو جاتا ہے اس کی زبان کسی کو چر کے لگائے اور دکھ دے یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے وہ اپنی ذات کا منافق ہے اپنے اندرونے کا منافق ہے۔ جب وہ زخم لگاتا ہے غیر کو تو اپنی فطرت پر زخم لگا رہا ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ نے اسے عطا فرمائی ہے جس کی اس سے توقع رکھتا ہے۔

جماعت احمدیہ کے اندر بہر حال منافقت نہیں ہونی چاہئے اور جہاں منافقت کی یہ چار صفات آپ دیکھیں وہیں نصیحت اور محبت اور پیار کے ساتھ انکو دور کرنا شروع کر دیں کیونکہ جس حد تک منافقت دور ہوتی ہے معاشرہ سے اس حد تک وہ حق کو قبول کرنے کے قریب آتا چلا جاتا ہے۔ جس حد تک منافقت بڑھتی چلی جاتی ہے اس حد تک وہ حق کو قبول کرنے سے دور ہٹتا چلا جاتا ہے اس لئے یہ ابتدائی چار قدم ہیں قوم کی آخری اصلاح کے لے اگر یہ قدم آپ نہیں اٹھائیں گے تو آخری اصلاح ممکن ہی نہیں ہے۔

اور میرا مخاطب پاکستان کا احمدی نہیں ہے، میرا مخاطب تمام دنیا کا احمدی ہے۔ امریکہ کا بھی، افریقہ کا بھی، انگلستان کا بھی، سپین کا بھی، چین کا بھی، جاپان کا بھی کیونکہ ہر ملک میں یہ چاروں بیماریاں مختلف سطح پر پائی جاتی ہیں۔ بعض جگہ پالش کی گئی ہے جس طرح Pill یعنی کڑوی گولی پر پالش کر دی جاتی ہے میٹھے کی تا کہ پتہ نہ لگے تو بعض قومیں نہایت بیہودہ کلامی کرتی ہیں ایک دوسرے سے لیکن نہایت مرصع بڑی سجی ہوئی زبان میں۔ جیسے یوپی (ہندوستان) میں جب تہذیب نے ترقی کی تھی تو بڑی تہذیب کے ساتھ گالیاں دیتے تھے ایک دوسرے کو، بڑے ادب کے ساتھ کہ جناب والا آپ کی شان میں گستاخی نہ ہو تو میں عرض کروں گا کہ آپ بڑے خبیث فطرت انسان ہیں۔ تو چاہے آپ لپیٹ لیں مرصع کریں پالش کریں میٹھا بنالیں گالی تو گالی ہی رہے گی اس لئے جماعت احمدیہ کو منافقت کی ہر قسم کے خلاف نصیحت کا جہاد کرنا چاہئے۔ اگر آپ یہ کریں گے تو قرآن کریم آپکو خوش خبری دیتا ہے کہ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تم ہی وہ بہترین امت ہو جس کو میں نے زمانہ کی اصلاح کے لئے اور اسکے فوائد کی خاطر پیدا کیا ہے۔ **اس سے عظیم الشان مقام کیا ہو سکتا ہے کہ ایک جماعت پر خدا کے پیار کی نظریں پڑ رہی ہوں اور فرشتے یہ تحسین کے کلمے کہہ رہے ہوں کہ ہاں تمہی وہ بہترین امت ہو! ہاں تم ہی وہ بہترین امت ہو ہاں تم ہی وہ بہترین امت ہو جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی میں دنیا کے فائدہ کی خاطر پیدا کی گئی ہو۔**